© rasailojaraid.com

وخیر جلیس فی الزمان کتاب

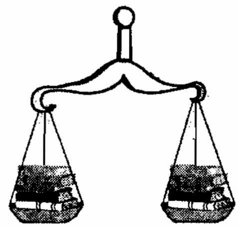

میزان

تبصرۂ کتب

نام کتاب: مطالعۂ سیرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیسویں صدی میں

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان

طابع: ادارہ ثقافت اسلامیہ

تبصرہ نگار: سید عزیز الرحمٰن

مطالعہ سیرت خصوصاً اردو میں مطالعۂ سیرت ایک پختہ اور تناور روایت کا عنوان ہے، جس کا آغاز سترھویں صدی کے اواخر میں ہوا، انیسویں صدی کے اواخر تک پہنچتے پہنچتے وہ ایک مضبوط روایت کی شکل اختیار کر چکا تھا، اور پھر بیسویں صدی میں اس کی فتوحات نے اردو زبان کو کچھ اس انداز سے باثروت کیا کہ امت مسلمہ کی دیگر زبانیں کہیں دور رہ گئیں۔ آج عالم یہ ہے کہ کوئی ہفتہ نہیں گزرتا جب سیرت طیبہ پر دو چار نئی کتب کی نوید نہ ملتی ہو۔ اس کے باوجود سیکڑوں کتب کے بعد یہ مشکل ایک آدھ کتاب یا ایک آدھ کتابچہ ہی اپنی جانب توجہ کھینچ پاتا ہے، ورنہ اکثر نقل در نقل ہونے والے مضامین میں، یا غیر مربوط خیالات، جن کو صرف برکت کے طور پر ہی کتب خانے کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔

زیر نظر کتاب سیکڑوں نہیں، شاید ہزار کتب کے بعد نظر نواز ہونے والی کتاب ہے، ایسی کتاب جو پڑھی بھی جائے گی، زیر بحث بھی آئے گی، جس پر نقد بھی ہوگا، جس کا حوالہ بھی دیا جائے گا، اور جس میں اٹھائی جانے والی ۔۔۔۔۔ کو آئندہ آگے بھی بڑھایا جائے گا، اور کسی کتاب کے لیے اس سے بڑا شاید کوئی اور اعزاز نہیں ہوسکتا۔ فاضل مولف اس کاوش پر قارئین سیرت کی جانب سے تبریک و تحسین کے بجا طور پر حق دار ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ کتاب مطالعہ سیرت کے چند ایسے گوشوں کی جانب راہ نمائی کرتی ہے، جن کی جانب زیادہ توجہ نہیں ہوسکی، یا سرے سے لکھا ہی نہیں گیا، اہم بات یہ ہے کہ ان تمام مباحث کا حوالہ عصر حاضر ہے۔ ''عصرِ حاضر'' بھی عجیب چیز ہے، عرصے سے جاری ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر لکھنے والے کے لیے وہ جاری ہی رہے گا، اسے اپنی تحریر وتقریر کا حصہ بنانا اہل دانش کے ہاں مروج اسلوب کا حصہ ہے، مگر اس کو نبھانے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں، خواہ موضوع کچھ بھی ہو۔ اہم بات یہ ہے کہ فاضل مولف نے سیرت جیسے موضوع کو عصرِ حاضر کے حوالے سے پیش کیا ہے اور اسے نبھانے میں کام یاب بھی ہیں۔

ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی سے یا تو کلی اتفاق کرتے ہیں، یا کلی اختلاف، اور اگر ہمارا اختلاف جزوی بھی ہو تب بھی وہ کلی اختلاف کی شکل ہی اختیار کر جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم سیکھنے محروم ہوجاتے ہیں، اور نئی معلومات ہماری دست رس سے اکثر دور ہی رہتی ہیں۔ مگر اچھی کتاب کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ قاری کو پڑھنے پر مجبور کرے، اور اس کے مطالعے سے بند ذہنوں میں بھی سوالات پیدا ہوں۔ اس طرح اچھی کتاب کا ایک تعارف یہ بھی ہے کہ اس کے کچھ حصے کی تفہیم کے لیے مزید مطالعے کی ضرورت آئے، اور انسان میں اپنی یہ دونوں کا احساس پختہ ہو۔ انسان کی معراج اصل میں احساس نارسائی ہی ہے، یہی احساس ہے جو تخلیق کار کو قوت تخلیق اور سوزِ اظہار عطا کرتا ہے۔ اگر اچھی کتاب کی یہ شناخت درست ہے تو پھر زیر نظر کتاب واقعی اچھا مطالعہ ئسیرت کہلانے کا حق رکھتی ہے کہ یہ دونوں کیفیتیں اس کتاب کے مطالعے سے قاری میں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔

یہ کتاب درحقیقت تیرہ مقالات پر مشتمل اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ ہر مقالے کا عنوان منفرد اور مولف کے ذوق وتخیل کا عکاس ہے۔ پہلے عنوانات ملاحظہ ہوں۔

فہم سیرت کی نئی راہیں، عصر جدید کا مطالبہ۔ اولیں اعلان نبوت اور عصری مطالبہ۔ اعلان نبوت کا مرحلہ ہجرت اور اس کی عصری اہمیت۔ یثرت کی بستی، میثاق نبوی ﷺ اور دورِ حاضر کا معاہدہ عمرانی۔ نبوت محمد ﷺ، مقصدیت کے نصب العینی وعصری تعینات۔ نبوت محمد ﷺ، سماجی تربیت کے تعینات اور عصری بے اطمینانی۔ سیرت رسول اللہ ﷺ فکر کے تعینات اور فکرِ جدید کے سوالات۔ اقتصادیات نبوت ﷺ اور اکیسویں دہی۔ نبوت محمد ﷺ کا علمی، فکری اور زمانی ارتقاء اور اثرات۔ اخلاقیات نبوت ﷺ عصر جدید کی بے اطمینان کا علاج۔ شعورِ نبوت کا ارتقاء اور علم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدید کا شعور۔نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اکیسویں صدی اور بے اطمینانی کا مطالبہ۔

فاضل مولف سوچتے ہیں، سوچ کر لکھتے ہیں، اور قارئین کے لیے یہی سوچ کی راہیں وا کرتے ہیں۔ان کے خیال میں حصول شعور مقصد ہے۔اس کے حصول کی مختلف جہتیں اور مختلف راستے ہو سکتے ہیں۔نبی کو یک دم سارا شعور ودیعت ہو جاتا ہے۔ایسے ہی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔امتیازی بات کو نوٹ کرنا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعور نبوت کے ارتقا کی آخری نبوی کڑی ہیں۔نبوت کو یک دم شعور نصیب ہوتا ہے مگر اولیا یا طریقہ سلوک کے مسافروں کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔انہیں مسلسل محنت سے گزرنا پڑتا ہے۔اسی طرح اہل عقل کو غور وفکر کی کئی منازل طے کرنی پڑتی ہیں اور سائنس باریک بینی سے جزو اجزو اتجربات کے سہارے آگے بڑھی ہے۔منزل سب کی شعور کا حصول ہے، شعور جسے یک دم نصیب ہوتا ہے وہ ایک خاص نظم وضبط اور حکمت عملی سے رہنمائی کرتا ہے۔امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی نظم وضبط اور حکمت عملی سے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر کامیاب ہو سکتی ہے۔(ج ۱:ص: ۱۰)

فاضل مولف کے ہاں غور وفکر کی دعوت دینے والے جملوں کی کمی نہیں، ایسے جملے جو قاری کو تھام کر سوچنے کی دعوت دیتے ہیں۔

> تذبذب مسلم انسان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، یقین زائل ہو جاتا ہے تو نصب العین کھو جاتا ہے، اور پیچھے تذبذب رہ جاتا ہے۔(ص ۱۷)
>
> انسانی استعداد عارضی غلطی کر کے مستقل مقصد کو پانے کی صلاحیت سے بہرور ہے، جب خدا نے انبیائے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی استعداد پر بھروسہ کرلیا ہے، تو انسان کو بھی اپنے آپ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔(ص ۳۶)

وحیٔ اول کی وضاحت میں تحریر فرماتے ہیں:

> نبوت کا مطلوب ہستی باری تعالیٰ کی جان کاری ہے۔راز ہستی کی نقاب کشائی ہے۔اقرار ایک بات ہے، مگر اقرا اسے جاننا ہے۔قلم سے اسے پہچاننا ہے۔علم سے اسے پانا ہے۔اقرار بھی انسان نے کرنا ہے۔اقرا بھی انسان نے کرنا ہے۔اقراء بھی انسان نے بولنا ہے۔قلم بھی انسان نے اٹھانا ہے۔تب جا کر علم کی راہ پر انسان نے آگے بڑھنا ہے۔زندگی قربان ہوتی ہے۔زندگیاں قربان ہوتی ہیں۔تب جا کر علم کچھ پردے ہٹاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پردے علم تے ہٹائے مگر ابھی بہت سا راز باقی ہے۔ اس راز کی تڑپ انسان میں ہے۔ وہ حصول تمنا کے لیے تڑپتا ہے۔ آگے بڑھتا ہے۔ مگر ہستی ناپائے دار دم دے جاتی ہے۔ اس کی جگہ دوسرا انسان لے لیتا ہے اور آگے بڑھتا ہے۔ یوں زندگی کی ''رو'' اپنے مطلوب کی طرف رواں ہے۔ زندگی مطلوب کے پانے تک نہیں رکے گی اور نبوت محمد ﷺ کا پیغام اقرار، اقرا، قلم کی مناسبت سے علم بخشار ہے گا اور منزل پر پہنچا کر دم لے گا:

یہ ایک بات ہے کہ آدم ہے صاحب مقصود
ہزار گونہ فروغ، ہزار گونہ فراغ

(ج ۱: ص ۳۹)

کتاب کا اسلوب قدرے فلسفیانہ ہے، فلسفے کی زبان الگ ہوتی ہے، جس سے ہر طرح کا مزاج مناسبت نہیں رکھتا، اس میں بہت سے مقامات پر زبان عام قارئین کی سطح سے بلند ہو جاتی ہے، بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بات گنجلک ہوگئی ہے، کہیں بات نامکمل رہ جانے کا گمان بھی گزرتا ہے، مثال کے طور پر:

اکیسویں صدی میں خدا کی رضا کے لیے بلامقصد لوگوں کو جہاد کے نام پر قتل کرنا یا قتل ہونا فساد تو ہوسکتا ہے، جہاد نہیں ہوسکتا۔ خدا اس سے راضی نہیں ہوتا۔ جہاد میں قتال کی بڑی سخت شرائط ہیں اور وہ پوری نہیں کی جارہیں۔ البتہ انسان اور قومیں شعور کی جس سطح پر ہیں، وہ قتال سے پرہیز کرسکتی ہیں۔ ایک قوم، دوسری قوم پر ظلم کرے گی یا قتل کرے گی یا اس کی آزادی غصب کرے گی۔ تو جوابی مزاحمت ردِعمل ہے اور یہ جہاد ہے۔ (ج ۲: ص ۲۶)

اب یہاں ایک تو اکیسویں صدی کی قید اتفاقی معلوم ہوتی ہے، فساد خواہ کسی دور کا بھی ہو، وہ جہاد قرار نہیں دیا جاسکتا، اس طرح جہاد صرف جوابی مزاحمت کا نام نہیں، امکانِ مزاحمت کی صورت میں پیش قدمی کی صورت میں بھی جہاد ہی متصور ہوگا۔

جلد دوم میں ص ۲۶ پر عقل انسانی کے حوالے سے بحث میں فقہی ضابطوں کی بحث بھی تفصیل طلب ہے، شاید موجودہ صورت میں یہ بحث مزید ابہام کا باعث بن سکتی ہے۔

کتاب میں جابہ جا غور وفکر کی دعوت کے ساتھ ساتھ تعمیر فکر کے لیے اشارے بھی کیے گئے ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نویں میں مقالے میں آپ ایک مقام پر کہتے ہیں:

فکر کے چار پہلو نمایاں ہیں۔ ہر انسان کی مثبت نشو ونما کے لیے چاروں پہلو ضروری ہیں۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور اہمیت کا حامل ہے۔ یہ پہلو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں بل کہ ان میں توازن ہی فکر کی نمو کا باعث ہے:

عقیدہ: عقیدہ فکر کی بنیاد ہے۔ دین و مذہب اور تصوف اسی اندازِ فکر میں آتے ہیں۔

جذبات: نئی تخلیقات اسی اندازِ فکر کا پہلو ہیں۔ ادب، شاعری، موسیقی، فن تعمیر اور مصوری اس ذیل میں آتی ہیں۔

عقل: عقلی علوم مثلاً فلسفہ و سائنس وغیرہ اس ذیل میں آتے ہیں۔

طاقت: سماجی و ریاستی طاقت فکر کی ترویج اور حفاظت کی ذمے دار ہوتی ہے۔ (ج ۲: ص ۷۷)

سیرتی لٹریچر میں ایسی کتب کی آمد خوش آئند ہے، خدا کرے کہ سیرت طیبہ کو بہ طور فن اپنانے کی یہ روایت وسیع ہو، اور روایتی اسلوب کے ساتھ زندہ اور عملی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے سیرت طیبہ کی جانب رجوع کی شعوری کوششیں پروان چڑھیں۔

یہ کتاب ایک سرکاری ادارے نے شائع کی ہے، مناسب ہوتا کہ اسے ایک ہی جلد میں شائع کیا جائے۔ دوسری جلد کی طباعت، خصوصاً کاغذ بہتر ہے، پہلے میں نیوز استعمال ہوا ہے، پھر بھی بس غنیمت ہے کہ کسی حکومتی ادارے سے سلیقے کا مطالعہ شائع ہو کر نظر نواز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اداروں کو اپنے فرائض پہچاننے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور ان کی مثبت مساعی کو ثمر بار کرے۔

© rasailojaraid.com